اور بھروسہ ہے خس وخاشاک پر

تحریر: سہیل احمد لون

وطن عزیز کی کشتی گزشتہ کئی برس سے جمہوریت اور آمریت کے دو چپوؤں سے دنیا کے معاشی دریا میں غوطہ زن ہے۔ بدقسمتی سے ہم آج تک اپنی منزل کا تعین ہی نہیں کر سکے۔ آج تک کئی ملاح آئے اور تاریخ کا حصہ بن گئے مگر کوئی بھی اسے درست سمت دینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ملاحوں کی نااہلی کو دیکھ کر 1971ء میں کشتی میں سوار مسافروں کی ایک کثیر تعداد قزاقوں کو آواز دینے پر مجبور ہوگئی۔ قزاقوں کی مدد سے وہ اس کشتی سے جان چھڑانے میں کامیاب بھی ہوئے اور کشتی کے خیر خواہ 90 ہزار مسافر قزاقوں کے حوالے بھی کرا دیئے۔ جنہیں بعد ازاں ایک شاطر ملاح واپس اپنی کشتی میں سوار کروانے میں کامیاب ہوگیا۔ 1971ء سے قبل جو مسافر ہمارے ساتھ کشتی میں سوار تھے انہوں نے اس کشتی کو بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ مگر ان کے ساتھ ایسا ناروا سلوک روا رکھا گیا جس سے انہیں یہ تاثر ملا کہ وہ اس کشتی پر اضافی بوجھ ہیں جن کی وجہ سے کشتی دنیا کی معاشی دوڑ میں آگے بڑھنے کے بجائے نحوست کے منجھدار میں پھنستی جا رہی تھی۔ کسی بھی آفات کا سامنا کرنے کے لیے ان کو قربانی کا بکرا بنانے کا پلان بنایا جاتا۔ ایک بار کشتی میں سوار مسافروں کی کثیر تعداد نے اپنی مرضی کا ملاح چننے کے لیے حق رائے دہی استعمال کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں اپنی مرضی کے ملاح کے لیے علیحدہ کشتی بنانے کا انتظام کرنا پڑا۔ آج وہ اپنے اس فیصلے پر بہت خوش ہیں کیونکہ انہوں نے دنیا کی معاشی دوڑ میں ہماری کشتی کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے ملاحوں نے اس سے کوئی سبق نہ سیکھا۔ آج بھی کشتی میں سوار مسافروں سے ویسا ہی ناروا سلوک کر رہے ہیں جس سے ان میں بداعتمادی کی ایسی فضا پیدا ہونا شروع ہوگئی ہے جو خدانخواستہ ان کو بھی قزاقوں کو آواز دینے پر مجبور نہ کردے۔ اس بار اس ناانصافی کا نتیجہ ایک سے زائد نئی کشتیوں کی صورت میں بھی نکل سکتا ہے۔ دنیا کی معاشی دوڑ کے اس دریا میں کشتی کو عزت وآبرو سے چلانے کے لیے ضروری ہے کہ ملاح پیشہ وارانہ صلاحیت سے مالا مال، دیانت دار، قابل اور ہمت والا ہو۔ مسافروں کا بھلا اس حد تک چاہنے والا ہو کہ دوران سفر پیش آنے والی تمام آفات کا ڈٹ کا مقابلہ کرے، ہنگامی صورت حال میں اپنی جان بچا کر کسی دوسری کشتی یا جہاز میں سوار ہو کر نہ نکل جائے بلکہ اسی میں سوار رہے اور جب سمجھے کہ حالات قابو میں نہیں آرہے اور کشتی کو ڈوبنے سے پہلے چپو کسی اور کے حوالے کردے، کوشش اور نیت یہ ہو کہ چپو کسی آمر کے ہاتھ نہیں دینے۔ اپنی باری ختم ہوجائے تو اگلی باری لینے کے لیے جمہوری تقاضوں کو بروئے کار لایا جائے۔ یہ بھی سچ ہے کہ کشتی کو کامیابی سے منزل کی طرف رواں دواں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ملاح کا ساتھ سب دیانتداری سے دیں۔ ہماری کشتی کبھی دہشت گردی کے طوفان میں ہچکولے کھانی شروع کر دیتی ہے تو کبھی کرپشن کے بھنور میں پھنس جاتی ہے۔ باہر کے طوفانوں کا مقابلہ کرنا تو اس لیے آسان ہوتا ہے کہ اس کے لیے سب تیار ہوتے ہیں مگر کشتی میں سوار ہی غداری کے سوراخ کرنے شروع کردیں تو وہ ساری کشتی کو ڈبونے کا سبب بن سکتے ہیں۔ لہذٰا کشتی میں سوار ہر مسافر کو چاہیے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور اپنے اندر دشمن کو پہچانے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی کشتی میں سوراخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی بد دیانتی سے کشتی کے چپو سنبھال لیتے ہیں، ان میں سے اکثر ملاح کے اردگرد کی نشست پر ہمیشہ کے لیے

براجمان ہوتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ ایسی اقلیت ہیں جو ہمیشہ ہی اکثریت پر حاوی رہے ہیں۔ یہ ایسی کٹھ پتلیاں ہیں جن کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ایسے روبوٹ ہیں جن کا ریموٹ لیے کوئی اور گھوم رہا ہے۔ اس کشتی کو چلانے کا سب سے آسان اور موثر طریقہ تو یہ ہے کہ چپو ایسے ملاح کے ہاتھ میں دیے جائیں جو بدعنوان نہ ہو، اپنی جان سے زیادہ مسافروں کی جان کا خیر خواہ ہو جس کے پاس کشتی چلانے کا لائسنس بھی ہو۔ اس کے بعد اس کی معاونت احسن طریقے سے کی جائے۔ اس کشتی میں سیاسی و مذہبی رہنما، عسکری قیادت، بیوروکریٹس، عدلیہ کے علاوہ میڈیا کو بھی ملاح کی معاونت کرنی چاہیے۔ مگر بدقسمتی سے اس کشتی کا المیہ یہ ہے کہ سیاسی و مذہبی رہنما، عسکری قوتیں، عدلیہ اور میڈیا اپنا اپنا چپو اٹھائے نظر آرہے ہیں۔ جب ہر کوئی اپنی مرضی سے چپو چلانا شروع ہو جائے گا تو کشتی تو ناتفاقی کے گرداب میں پھنستی جائے گی۔ اگر کوئی بھی کشتی زیادہ دیر تک گرداب میں پھنسی رہے تو اس کے ڈوبنے کا چانس بڑھ جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مذہبی رہنماء اپنے مفادات کی خاطر سیاست میں تو متحد ہو جاتے ہیں مگر کشتی کے معاملے میں ہر کوئی اپنی پہچان بنائے بیٹھا ہے۔ آج مذہب کے نام پر مفادات کی سیاست کرنے والوں کو ان کی ٹوپی، پگڑی اور داڑھی کے اسٹائل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ مذہبی تنظیموں کی شاخیں اتنی تیزی سے بڑھ اور پھیل رہیں ہیں جیسے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں بری خبر پھیلتی ہے۔ عسکری قوتوں کو بھی کشتی کا چپو پکڑنے کا مزہ زیادہ آتا ہے اس کے لیے انہیں چاہے ملاح کو سولی پر ہی کیوں نہ چڑھانا پڑ جائے۔ سیاسی اکابرین بھی ملاح کو چپو دے کر تھوڑے دنوں میں اس سے چھین کر کسی دوسرے کے حوالے کرنے کیلئے مختلف حربے استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ گزشتہ کچھ برسوں سے میڈیا اور عدلیہ کو بھی پہلی بار اتنی آزادی نصیب ہوئی کو وہ بھی ملاح سمیت باقی قوتوں پر اپنا دباؤ ڈال سکیں۔ ان حالات میں کشتی کے مسافروں کو عدلیہ اور میڈیا سے امید ہونا شروع ہوگئی کہ اگر وہ ان کو اس گرداب سے نکالنے میں کوئی اہم کردار ادا کریں گے۔ کشتی کے مسافروں کو اس وقت بڑا دھچکا لگا جب اہل فکر کا روپ دھارے میڈیا میں بھی ایسے لوگ منظر عام پر آ گئے جو پیسے کی خاطر اس کشتی کو ڈبونے میں پیش پیش ہیں۔ عدلیہ پر بھی کشتی کے مسافروں نے کافی امیدیں لگائی ہیں اگر ان کی ڈور بھی کسی اور کے ہاتھ میں ہوئی تو اس کشتی کو ڈوبنے سے بچانے کے لیے کون مسیحا آئے گا؟ جب ملاح نااہل اور بددیانت ہو، اس کی معاونت کرنے والے کشتی کے خیر خواہ نہ ہوں، کشتی کے مسافر ہی چند سکوں کے لیے اس میں سوراخ کرنے میں مشغول ہوں تو ایسی کشتی کب تک ڈوبنے سے بچ سکتی ہے؟ جب کشتی ڈوب جائے تو پھر یہ لہروں کے رحم و کرم پر ہوتی ہے، اگر اس کو بچانے والوں کی نیت ٹھیک ہو تو کشتی اور مسافروں کو بچا کر دوبارہ چلنے کے قابل بنا دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسافروں سمیت کشتی پر قبضہ کرلیں۔ موجودہ حالات میں تو ایسا ہی لگ رہا ہے کہ مخصوص ہاتھوں میں چند کٹھ پتلیوں کی ڈور ہے جو ان کو اپنی مرضی کا نتیجہ لینے کے لیے نچا رہے ہیں۔ جن کا مقصد کشتی ڈبونا ہے اس کے بعد اس پر قبضہ کرنا......! اب کشتی کے مسافروں کے پاس وقت کم ہے ان کو اپنی جان بچانے کے لیے کشتی کو ڈوبنے سے بچانا ہوگا۔ کیونکہ جو ان کو ڈبونے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں ان کے پاس اس کشتی کے علاوہ بھی ہنگامی حالات میں استعمال کرنے کے لیے لائف بوٹس ہیں، کچھ نے تو جہاز بھی بک کروائے ہوئے ہیں۔ مگر جن کے پاس اس کشتی کے سوا کوئی اور متبادل نہیں ان کو اس کشتی کی حفاظت خود کرنا ہوگی۔ کشتی کا ملاح بھی ایسا ڈھونڈنا ہوگا جو ان کو دنیا کی معاشی دوڑ میں قابل عزت مقام دلوانے میں کامیاب ہو۔ جس کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں نہ ہو......!!! کیونکہ بہت کم کشتیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا ناخدا نہ

ہوتو خدا ہوتا ہے کیونکہ اگر ہر بغیر ملاح والی کشتی کے ساتھ خدا ہوتو کبھی کسی کشتی کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔ جو قومیں دیانت دار اور ماہر ملاح پیدا نہیں کرتیں اللہ بھی اُن کی مدد نہیں کرتا اور طوفان کے وقت خدا کشتی نہیں طوفان کے ساتھ ہوتا ہے۔ ترقی پسند شاعر عابد حسین عابد نے کیا خوب کہا ہے

اک سمندر پار کرنا ہے ہمیں
اور بھروسہ ہے خس وخاشاک پر

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔سرے
sohailloun@gmail.com

08-07-2012